قبائلی علاقہ جات میں معاشی اور معاشرتی ترقی

سید اسلام شاہ

تعارف

قبائلی علاقہ جات جسے سرکاری اصطلاح میں فاٹا (FATA- Federally Administered Tribal Areas) کہا جاتا ہے، سات ایجنسیوں اور چار فرنٹیئر ریجنز پر مشتمل ہے۔ شمال میں باجوڑ، مہمند اور خیبر ایجنسیاں ہیں جب کہ جنوب میں اورکزئی، کرم، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان کی ایجنسیاں ہیں۔ اس طرح پشاور، کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ملحقہ قبائلی علاقوں کو فرنٹیئر ایجنسیز کہتے ہیں۔ کوہ ہندوکش اور کوہ سلیمان کے درمیان واقع یہ قبائلی علاقے تقریباً ۲۷۲۲۴ مربع کلومیٹر پر پھیلے ہوئے ہیں۔ قبائلی علاقے کا ۱/۶ حصہ میدانی ہے جب کہ باقی ماندہ رقبہ بے آب و گیاہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ۱۹۹۰ء کی مردم شماری کے مطابق قبائلی علاقہ جات کی آبادی ۱۲۸،۸۰،۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے جب کہ فی مربع کلومیٹر کے علاقے میں ۱۰۸ افراد آباد ہیں[1]۔ دیہی آبادی کل آبادی کا نناوے فیصد ہے۔ انگریزوں کا سرحدی قبائل سے ۱۸۴۹ء میں واسطہ پڑا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ وہ برطانوی سامراج سے تقریباً سو برس تک برسرپیکار رہے۔ ان قبائل نے انگریزوں کا قافیہ اتنا تنگ کیا کہ مشہور عالم انگریز وائسرائے لارڈ کرزن کو یہ کہنا پڑا کہ قبائلی علاقے کو صرف اسی صورت میں مطیع کیا جاسکتا ہے کہ اس کے پورے رقبے کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلڈوز کردیا جائے۔ اس ضمن میں اتنا کہنا کافی ہے کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۳ء تک کے مختصر عرصے میں صرف وزیرستان میں ۲۹۸۰ لڑائیاں لڑی گئیں۔ قبائلیوں کو اپنی دو اقدار پر بے حد ناز ہے۔ ایک تو شخصی اور قومی آزادی اور دوسرا اسلامی شناخت۔ یہ حقیقت ہے کہ جب بھی کسی عظیم سے عظیم طاقت نے قبائل کی ان دو متاع عزیز کے لئے خطرہ پیدا کیا تو وہ میدان عمل میں اترے۔ ان کے علاوہ شخصی وقار، بہادری اور مہمان نوازی قبائلیوں کی دیگر نمایاں خصوصیات ہیں۔

قبائلی علاقوں میں انگریز استعمار کی نوآبادکاری کی داستان نے دیہاتوں، پانی کے تالابوں اور جوہڑوں اور غلے کے گوداموں کی تباہی اور مارو اور بھاگو قسم کی یلغار کے ایک لامتناہی سلسلے کی شکل اختیار کی۔ حقیقت میں یہ ایک قبائلی ثقافت اور ایک مضبوط استعماری نظام کا تصادم تھا جس نے خود نوآبادکاروں کے قلب و ذہن پر ایسے زخموں کے نشان چھوڑے جو تاریخ انسانی کا حصہ بنے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۴۷ء میں برطانوی یہاں سے چلے گئے تو مثال کے طور پر موجودہ مہمند ایجنسی میں نہ کوئی سکول تھا نہ دواخانہ، نہ بجلی کا بلب اور نہ سرکاری چوکی۔ لیکن قبائلی علاقوں میں

نوآبادیاتی تصادم کا پیدا کردہ رومان اب بھی محفوظ ہے- اس کی ابتداء ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی آزادی کے وقت سے ہوئی جب سر جارج کنگھم کو جو صوبہ سرحد کے سابق گورنر تھے، پاکستان کے پہلے گورنر جنرل محمد علی جناح نے گلاسکو سے بلا کر اس صوبے کا گورنر بنایا[۲]- نوآبادیاتی تصادم کی یادوں پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑا- میرا ن شاہ میں شمالی وزیرستان اسکاؤٹس کی میس میں بلیرڈ روم میں اب بھی کپتان جی- مینل وکٹوریہ کراس گائیڈ فرنٹیئر فورس کی تصویر آویزاں ہے جو مہمند کارروائیوں میں ۲۹ ستمبر ۱۹۳۵ء کو کام آیا- اسی طرح لیفٹیننٹ کرنل ہارٹ کی روغنی تصویر وزیرستان کے وانا میس میں آویزاں ہے- ٹی ای لارنس کی تحریر میں ایک رقعہ جس میں ساؤتھ وزیرستان سکاؤٹس کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا گیا ہے، وانا مین لائبریری میں شیشے کے کیس میں موجود ہے-

مہمند ایجنسی سے ملحق شب قدر فورٹ کے ایف-سی کے قلعے میں وہ اونچے اونچے مینار جہاں سے سارے علاقے پر اس وقت نظر رکھی جاتی تھی- جنگ میں کام آنے والے سپاہیوں کے ناموں کی تختیاں اب بھی پڑھی جا سکتی ہیں- شب قدر قلعے کے گورا قبرستان میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی- صرف یہ کہ ہر مہینے یا جب کوئی انگریز ان یادگاروں کو دیکھنے آتے ہیں ان کو دوبارہ رنگ و روغن کر کے خوبصورت بنایا جاتا ہے اور کتبے اپنی کہانی صاف الفاظ میں سناتے ہیں- یہ ۱۸۹۷ء اور ۱۹۱۵ء کے درمیان مہمندوں سے تصادم کی یادگار ہیں[۳]- اسی طرح خیبر ایجنسی میں جمرود کے مقام پر باب خیبر کے مرمریں کتبے پر کپلنگ (Arithmenti on the Frontier) کے ابیات کندہ ہیں-

یہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ سرحد کی رومان کی یہ علامتیں انتظامیہ نے برقرار رکھی ہیں- یہ صرف یکطرفہ یادیں ہیں- پٹھان قبائلیوں نے اس نوآبادیاتی نظام کو بہت وحشیانہ پایا- لیکن اس کے باوجود وہ قبائلیوں کو عظیم تر ریاستی نظام میں ضم نہ کر سکے اور اس طرح نوآبادکاری قبائلی تہذیب کو جڑ سے نہ اکھاڑ سکی- جس طرح دوسری یورپی طاقتوں نے دنیا کے دوسرے حصوں میں کیا-

برطانوی نوآبادیاتی تاریخ وزیرستان کے لئے اہم ہے- ان گنت برطانوی فوجی یہاں وحشیانہ لڑائیوں میں کھیت رہے- ۱۹۳۰ء کے عشرے میں پورے برصغیر سے زیادہ فوج وزیرستان میں موجود تھی[۴]- ۱۹۳۷ء میں شہور تنگی میں ایک پوری برطانوی بریگیڈ کا صفایا کر دیا گیا- اسی طرح وزیرستان کے ساتھ برطانوی استعمار کے بعض مشہور نام وابستہ ہیں مثلاً لارڈ کرزن، ڈیورینڈ، کچز اور ٹی ای لارنس-

وانا کیمپ کا صدر مغربی دروازہ ابھی تک ڈیورنڈ گیٹ کہلاتا ہے- اسی طرح وانا کیمپ کی حفاظت کرنے والا اصل مورچہ جبرالٹر ہے- مغرب کے وقت جب پاکستان کا ہلالی پرچم اتارا جاتا ہے تو بگل بجائے جاتے ہیں- افسروں کو روایتی اور رسمی طریقے سے اسکاؤٹ میس میں الوداع کیا جاتا ہے اور اسکاٹ لینڈ کے روایتی لباس کلٹ (Kilt)

پہنے ہوئے بینڈ بجانے والے جب بیگ پائپ بجاتے ہیں تو برطانیہ کے نوآبادیاتی تصادم کا رومانی پہلو وزیرستان میں پھر زندہ ہو جاتا ہے۔

افراد کی سطح پر صوبہ سرحد نے سلطنت برطانیہ کی بعض مشہور ترین شخصیتیں پیدا کیں۔ مثلاً بنوں کا ایڈورڈز، ہزارے کا ایبٹ اور نکلسن جو دہلی کے ہیروز میں شامل تھے۔ اس کے علاوہ بعض مثالی افسران ہوئے جن میں میکسین، کارگناری، کنگھم جو پٹھانوں سے زیادہ پٹھان تھے۔ قبائلی علاقے کے پٹھانوں کے لئے ان کے توصیفی کلمات کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔ ''چنانچہ ہمیں آزاد چھوڑ دو اور ہم پر اپنا (برطانوی) قانون اور دوسرے ادارے مسلط مت کرو۔ جنہوں نے برطانوی ہند میں تباہی مچا رکھی ہے بلکہ ہمیں اپنے رواج پر چلنے دو اور اپنے باپوں کی طرح مرد رہنے دو۔ محسود قبائل سے طویل اور گہرے واسطے کے بعد مجھے بعض ذہنی تحفظات کے ساتھ اس بات کا یقین نہیں کہ میں ان کی اس التجا سے متفق نہ ہوں''[۵]۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ جو سلطنت برطانیہ کے سب سے زیادہ طلسماتی علاقوں میں شمار ہوتا تھا آج بھی اس کی یادیں سب سے زیادہ مسحور کن ہیں۔ اساطیر افسانے اور حقیقت سب یہاں باہم غلط ملط ہو جاتے ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ کس کی سرحد کہاں ختم ہوتی ہے اور کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ صوبہ سرحد وہ جگہ تھی جہاں ہندوستان کے وائسرائے اور برطانوی وزیراعظم تک کے کیریئر (زندگی) بنتے اور بگڑتے تھے اور جہاں ایک معمولی واقعہ تیزی سے بڑھ کر بین الاقوامی بحران کی شکل اختیار کرتا تھا۔ سرحد پر کام کرنے والے ہر شخص کے پاس اچانک اور تشدد آمیز موت کی کہانیاں سنانے کو ہیں۔ تاہم اگر حقیقت کو ٹٹولا جائے تو ہر شخص، پٹھان کو اس کی جمہوریت پسندی، کھلے دل، جرأت اور حس پسندی کی وجہ سے پسند بھی کرتا ہے۔ اگرچہ گولی لگنے کا خطرہ اب بھی رہتا ہے اور اکثر بہت بے آرامی کی زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ قبائلی عوام نے تاریخ میں کافی اہم کارنامے سرانجام دیئے ہیں مگر آج تک سرکاری سطح پر ان کی تاریخ لکھنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ بہت سے قبائلی فوجی ایف سی، ٹرائبل ملیشیا اور خاصیدار فورس میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک عزیز پر قربان ہو چکے ہیں مگر آج تک ان کو حکومت کی طرف سے کوئی تمغہ یا انعام نہیں ملا۔

قبائلیوں کے دلوں میں پاکستان اور اس کے بانی قائداعظم محمد علی جناح کے لئے بے حد احترام اور محبت ہے۔ قائداعظم کا بھی اسی طرح قبائل پر اعتماد تھا۔ اس لئے انہوں نے نومبر ۱۹۴۷ء میں یہ فیصلہ کیا کہ قبائلی علاقے سے ساری فوج واپس بلائی جائے۔ پھر جس پرامن طریقے سے فوجوں کا انخلاء عمل میں آیا وہ بھی قبائل کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ بلاشک وشبہ گزشتہ برسوں میں حکومت پاکستان نے قبائلی علاقوں کے لوگوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے بہت کچھ کیا۔ انگریزوں کے دور میں جہاں سارے قبائلی علاقوں میں صرف ایک ہائی سکول تھا وہاں آج سکولوں

اور کالجوں کا جال بچھایا گیا ہے۔ آج قبائلی ملک عزیز کے مختلف شعبوں میں ذمہ دارانہ عہدوں پر مامور ہیں لیکن قبائلی عوام بحیثیت کل غربت کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ایک عام قبائلی کا کاروبار حکومت میں کوئی حصہ نہیں۔ حکومت کی مراعات ایک خاص طبقے تک محدود ہیں۔ بے مقصد تعلیم قبائلی نوجوانوں میں بے روزگاروں کی ایک فوج ظفر موج پیدا کر رہی ہے۔ قبائل کا تعلیم یافتہ طبقہ ایف سی آر کے خوف سے آزادی تحریر و تقریر سے یکسر محروم ہے۔ قبائلی عوام حکومت کی طرف سے کسی زیادتی کی صورت میں عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹا سکتے۔

اس جمہوری دور میں بھی ان کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ کا حق حاصل نہیں۔ یہاں تک کہ قبائلی انجینئرز، ڈاکٹرز، علمائے دین، اساتذہ کرام، سرکاری اور پنشن یافتہ ملازمین اس جمہوری اور بنیادی حق سے محروم ہیں۔ اگر تعلیم یافتہ اور ذہین قبائلی قانون ساز اداروں میں آجائیں تو وہ ملک اور قوم کے شاندار مستقبل اور قبائلی علاقوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے معاون و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں اور اس طرح ان مشکلات اور پیچیدگیوں پر بآسانی قابو پایا جا سکتا ہے جن کے حل کی حکومت اور قبائلی دونوں خواہش مند ہیں۔ قبائلی فرنگیوں کے لئے تشویش اور پریشانی کا باعث تھے۔ لیکن اب وہ اپنے آپ کو پکے اور سچے پاکستانی سمجھتے ہیں۔ ان کے حب الوطنی کے اس جذبے اور باہمی اعتماد کی بنیاد پر قبائلیوں کو حکومت اور حکومت کو قبائلیوں سے قریب تر لانے کے دوررس اور مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

قبائلی علاقہ جات کی معاشی اور معاشرتی ترقی کا ایک مختصر جائزہ (۱۹۷۲ء۔۱۹۹۰ء)

قبائلی علاقوں کے ترقیاتی پروگراموں کے لئے ساری رقم پاکستان کی مرکزی حکومت فراہم کرتی ہے۔ قبائلی علاقوں کے ترقیاتی فنڈز کا پچاسی فیصد مرکزی حکومت صوبہ سرحد کی صوبائی حکومت کو فراہم کرتی ہے جو اپنے مختلف محکموں کے ذریعے اس ترقیاتی فنڈ کو قبائلیوں کی ترقی اور خوشحالی کے کاموں پر خرچ کرتی ہے۔ اس مقصد کے لئے صوبہ سرحد کے منصوبہ بندی اور ترقی کے محکمہ میں ٹرائبل سیل قائم کیا گیا ہے جو مختلف ترقیاتی منصوبوں اور حکومت کے ان محکموں کے درمیان ایک رابطے کا کام کرتا ہے اور ان منصوبوں پر عمل درآمد کو یقینی بناتا ہے۔ مرکزی حکومت کا بقیہ ۱۵ فیصد ترقیاتی فنڈ فاٹا ڈویلپمنٹ کارپوریشن کے ذریعے مختلف ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ان کے دائرہ کار کو کچھ یوں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ زراعت، تعلیم، پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اینڈ ورکس، صحت، ذرائع آمدورفت اور دیہی ترقی کے شعبوں میں ترقی کی ذمہ داری صوبہ سرحد کی حکومت نے لی ہے۔

۲۔ آبپاشی، آبنوشی، معدنیات اور صنعتی ترقی کی ذمہ داری فاٹا ڈویلپمنٹ کارپوریشن کے سپرد کی گئی ہے۔

۳۔ قبائلی علاقوں میں گرڈ سٹیشنوں کی تعمیر اور بجلی کے پہنچانے کی ذمہ داری حکومت نے واپڈا کے سپرد کی

ہے۔

حکومت قبائلی علاقوں کی ترقی پر خصوصی توجہ دے رہی ہے تا کہ انہیں کم سے کم وقت میں ملک کے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لایا جائے۔ ان علاقوں کو سالانہ ترقیاتی پروگراموں (ADP) اور حکومت کے پنجسالہ منصوبوں میں ترجیحی بنیادوں پر توجہ دی جا رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سال ۱۹۷۱ء۔۱۹۷۲ء کے دوران ان علاقوں کی ترقی کے لئے ۴۰ء۸ ملین روپے مختص کئے گئے جس کی حد ۱۹۸۹ء۔۱۹۹۰ء میں ۵۰۰ء۶۹۸ ملین روپے تک پہنچ گئی ہے۔ اس طرح ۱۹۷۱ء سے ۱۹۹۰ء تک قبائلی علاقوں کی ترقی پر مرکزی حکومت ۳۳۸ء۱۹۸۷ ملین روپے خرچ کر چکی ہے[۶]۔ اسی طرح حکومت قبائلی علاقے کے کونے کونے میں ترقیاتی کاموں کا جال بچھا رہی ہے۔ اگر ایک طرف تعلیم، مواصلات اور طبی سہولتوں کو عام کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف معاشی استحکام پیدا کرنے کے سلسلے میں زرعی و صنعتی ترقی کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ قبائلی عوام کو پینے کا پانی فراہم کرنے کے لئے حکومت نے ۱۹۹۰ء تک مختلف ایجنسیوں میں پندرہ اسکیموں کو مکمل کیا۔ میدانی علاقوں کو کٹاؤ سے بچانے کے لئے حفاظتی بند تعمیر کرنے اور زیادہ سے زیادہ زمین کو زیر کاشت لانے کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ اس وقت تک فاٹا کی مختلف ایجنسیوں میں آبپاشی کی ۲۷۹ سکیمیں مکمل ہوئیں جب کہ زیر زمین پانی کی ۸۷ سکیمیں پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہیں۔ علاوہ ازیں وفاقی حکومت نے ۱۹۸۳ء میں سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام غیر ملکی امداد سے شروع کیا تا کہ سالانہ ترقیاتی پروگراموں کو وقت پر مکمل کیا جا سکے۔ اسی طرح جون ۱۹۹۰ء تک خصوصی ترقیاتی پروگرام کے ذریعے قبائلیوں کی فلاح و بہبود پر ۲۶۳۴ء۶۱۶ روپے کی ایک کثیر رقم خرچ ہوئی ہے[۷]۔

۲۔ ذرائع آمدورفت اور ابلاغ عامہ کی ترقی:

کسی علاقے کی ترقی کا سارا دارومدار اس علاقے کے ذرائع آمدورفت پر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سڑک تہذیب کی علامت ہے اس لئے ذرائع آمدورفت کسی علاقے کی سماجی اور اقتصادی ترقی میں اہم کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ برطانوی حکومت نے صوبہ سرحد کے ان علاقوں میں سڑکیں تعمیر کیں جہاں قبائلی عوام کا مقابلہ کرنے کے لئے برطانوی استعمار نے فوجی چوکیاں بنا رکھی تھیں۔ مثال کے طور پر برطانوی حکومت نے اٹک سے لے کر پشاور تک ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ جو گرینڈ ٹرنک (جی ٹی روڈ) تعمیر کی اس کا مقصد فوجی ساز و سامان کی نقل و حمل میں آسانی اور تیزی پیدا کرنا تھی۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں مختلف اضلاع میں واقع فوجی چھاؤنیوں کی کارروائیوں کو مربوط کرنے کے لئے کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کو ملانے والی کل ۲۳۴ کلومیٹر سڑکیں تعمیر کی گئیں[۸]۔ سڑکوں کی تعمیر برطانوی وائسرائے لارڈ کرزن کی ٹرائبل پالیسی کا ایک اہم جزو تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ۱۸۹۹ء۔۱۹۰۱ء کے دوران

کوہاٹ درہ کے فریدیوں کو راضی کر کے پشاور اور کوہاٹ کو ملانے والی سڑک تعمیر کی۔

اسی طرح افغانستان اور روس کی توسیع پسندی کے ڈر اور خیبر ایجنسی کے آفریدیوں کی یلغار کو روکنے کی غرض سے لارڈ کرزن نے ۱۹۰۲ء۔۱۹۰۵ء ہی کے دوران پشاور اور لنڈی کوتل کو ملانے والی سڑک کی تعمیر کی۔ ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن کے بعد وائسرائے لارڈ منٹو مقرر ہوئے۔ لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو نے بھی فوجی اہمیت کے پیش نظر ۱۹۲۰ء۔۱۹۲۶ء کے دوران پشاور اور لنڈی کوتل کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس کے علاوہ سوات، دیر، باجوڑ کی سڑکیں بھی صرف فوجی ضرورتوں کے لئے تعمیر کی گئیں کیونکہ قبائلی عوام کے لئے برطانوی استعمار کی پالیسی اصلاحات کی بجائے شکوک وشبہات پر مبنی تھی۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد ۲۵ سال تک ان علاقوں میں سڑکوں کی ترقی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ ۱۹۷۲ء کے بعد حکومت نے قبائلی علاقوں میں سڑکوں کی ترقی پر توجہ دینا شروع کی اور ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک تمام قبائلی علاقہ جات میں ۸۷۹ میل پکی اور ۶۹۱ میل کچی یا سنگل روڈ تعمیر کی گئیں جبکہ ۵۷۵ میل لمبی سڑکوں کی حالت کو بہتر بنایا گیا[9]۔

پانچویں پنجسالہ منصوبے (۱۹۷۸ء۔۱۹۸۲ء) میں قبائلی علاقوں میں سڑکوں کی ترقی کے لئے ۲۵۰ ملین روپے کی ایک بڑی رقم مخصوص کی گئی[10] لیکن اس کے باوجود بھی یہاں سڑکوں کی بہت کمی ہے کیونکہ نئی سڑکیں تعمیر کرنے کے سلسلے میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قبائلی علاقوں میں سڑکوں کی تعداد قومی اوسط سے بہت کم ہے بلکہ آزاد کشمیر جیسے سخت پہاڑی علاقے کی اوسط سے بھی کم ہے۔ لہذا اب تک قبائلی علاقہ جات کے بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔ مواصلاتی شعبے میں قبائلی علاقہ بہت پسماندہ ہے۔ قبائلی عوام ٹیلیفون جیسی جدید اور اہم ضرورت سے محروم ہیں۔ صرف ایجنسی یا تحصیل ہیڈ کوارٹر کی سطح پر یہ سہولت موجود ہے۔ قبائلی عوام کی آبادی تیس لاکھ کے قریب ہے لیکن ۱۹۸۴ء۔۱۹۸۵ء کے ایک سروے رپورٹ کے مطابق پورے قبائلی علاقے میں صرف ۵۹۴ ٹیلیفون موجود ہیں۔ اس کی اگر ہم اوسط نکالیں تو ۱۶۲۲ قبائلیوں کے لئے صرف ایک ٹیلیفون کی سہولت موجود ہے جب کہ قومی سطح پر یہ اوسط ۱۹۶ افراد کے لئے ایک ٹیلیفون ہے[11]۔

اسی طرح قبائلی علاقوں کی آبادی چھوٹے چھوٹے گاؤں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ صرف تحصیل کی سطح پر ڈاک خانہ اور ٹیلی گرام کے دفاتر قائم ہیں۔ اس لئے جب بھی کوئی خط بھیجنے یا تار دینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو کئی کئی میل پیدل سفر کرنا پڑتا ہے۔ دیہات سے ڈاک لے جانے یا وہاں ڈاک پہنچانے کے لئے کوئی پوسٹ مین مقرر نہیں۔ اس لئے ڈاک پہلے تو وہاں پہنچتی ہی نہیں اگر پہنچے بھی تو خطوط مہینوں بعد وصول ہوتے ہیں۔

انٹرنیشنل یونائیٹڈ پوسٹل یونین نے دنیا کے ترقی پذیر ملکوں کے لئے جو معیار مقرر کیا ہے اس کی رو سے ۲۰ تا ۴۰ کلومیٹر کے علاقے کے لئے کم از کم ایک ڈاک خانہ ہونا چاہیئے تاکہ وہ کم از کم تین سے چھ ہزار تک کی آبادی کو ڈاک کی سہولت فراہم کر سکے۔ ایک سرکاری سروے کے مطابق قبائلی علاقہ جات میں ۲۲۰ مربع کلومیٹر کے علاقے میں صرف ایک ڈاک خانہ موجود ہے جو ۲۱ ہزار سے زیادہ افراد کو ڈاک کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ اگر ایجنسیوں کا الگ الگ جائزہ لیا جائے تو حالت اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ اسی رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۴ء۔۱۹۸۵ء میں پورے قبائلی علاقہ جات میں صرف چار ٹیلیگراف آفس موجود ہیں جن میں ایک باجوڑ ایجنسی، ایک خیبر ایجنسی جبکہ دو کرم ایجنسی میں واقع ہیں جبکہ باقی ماندہ قبائلی علاقے اس جدید اور عام ضرورت کی سہولت سے ابھی تک محروم ہیں۔

برقیات یا بجلی کی ترقی:

برطانوی دور حکومت میں قبائلی علاقے تاریکیوں میں ڈوبے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب انگریز یہاں سے گئے تو موجودہ مہمند ایجنسی میں بجلی کا ایک بلب بھی نہیں تھا لیکن آزادی کے بعد بھی ۲۵ سالوں تک یہ علاقے مختلف سیاسی وجوہات کی بناء پر نظر انداز ہوتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں حکومت پاکستان نے قبائلی علاقے میں بجلی پہنچانے کی طرف توجہ دینی شروع کی۔ اس مقصد کے لئے ۱۹۷۱ء۔۱۹۷۲ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں پہلی دفعہ ۰.۴۱۲ ملین روپے رکھے گئے جس میں تمام قبائلی علاقے کے صرف ۴۲ دیہات کو بجلی فراہم کی جا سکی۔ سال ۱۹۸۴ء۸۵ کے دوران بجلی کی فراہمی پر ۶۶،۷۰۰ ملین روپے خرچ کیے گئے اور اس طرح قبائلی علاقے کے ۱۱۳۵ دیہات میں بجلی پہنچائی گئی[۱۲]۔ اور تقریباً ۱۵ فیصد قبائلی عوام کو بجلی فراہم کی گئی۔ ۱۹۹۰ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق قبائلی علاقوں میں ابھی تک کل ۵ گرڈ سٹیشن تعمیر کئے گئے ہیں اور تقریباً ۲۲۷۶ دیہات کو بجلی فراہم کی گئی ہے[۱۳]۔ ان کوششوں کے باوجود بھی قبائلی علاقے کے لوگوں کی ۲۳ فیصد آبادی کو بجلی پہنچائی گئی جب کہ باقی ماندہ ۷۷ فیصد آبادی ابھی تک اس نعمت سے محروم ہے۔ جن کا گزارہ مٹی کے تیل اور لکڑیوں پر ہے۔ قبائلی علاقوں کے دور دراز دیہات میں بجلی پہنچانے کا خرچ بہت زیادہ ہے لیکن اس کے لئے متبادل طریقے جن میں بایو گیس، گیس کے سلنڈر اور (solar energy) شامل ہیں، اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ضرورت اس امر کی ہے کہ بجلی دور دراز دیہاتوں تک پہنچائی جائے بالخصوص چھوٹے چھوٹے صنعتی یونٹوں اور جنگلات میں بھی بجلی پہنچانا اشد ضروری ہے تاکہ ان صنعتی یونٹوں میں پیداوار تیز تر ہو جائے۔

جنگلات اور زرعی ترقی:

قبائلی علاقے کا ۱/۶ حصہ میدانی ہے جب کہ باقی رقبہ بے آب و گیاہ پہاڑی علاقے ہیں۔ قبائلی علاقے

میں زرعی زمین بہت کم ہے- زیادہ تر لوگ بھیڑ بکریاں پال کر یا جنگلات کی لکڑیوں پر ہی گزارہ کرتے ہیں- حکومت ان دونوں شعبوں پر خصوصی توجہ دے رہی ہے- زراعت اور آبپاشی کے لئے پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے حکومت مختلف ایجنسیوں میں ٹیوب ویلوں کو نصب کر رہی ہے- حکومت کی ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جون ۱۹۸۹ء تک تمام قبائلی علاقے میں ۶۰۹ ٹیوب ویل اور ٹیسٹ ویل کھودے گئے جن میں ۴۷۲ کامیاب رہے[۱۴]- ان میں ۲۸۲ ٹیوب ویلوں کو بجلی بھی فراہم کی گئی ہے لیکن ابھی پانی کی قلت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے- علاوہ ازیں قبائلی علاقے دوسرے علاقوں کو لکڑی، شہد، اون، کھالیں اور مختلف قسم کے پھل برآمد کرتے ہیں جب کہ ان علاقوں سے روزمرہ استعمال کی اشیاء مثلاً آٹا، چینی، گھی، چائے، برتن اور کپڑے وغیرہ درآمد کرتے ہیں- چونکہ قبائلی علاقوں میں لکڑی اور پھلوں کی فروخت کے لئے کوئی مقامی مارکیٹ نہیں چنانچہ غریب لوگ یہ چیزیں میدانی علاقوں کی مارکیٹوں میں بڑی مشکل سے پہنچاتے ہیں جہاں وہ انہیں اونے پونے داموں بیچتے ہیں- اسی طرح قبائلی علاقوں میں پھلوں کو سٹور کرنے کے لئے کولڈ سٹوریج کا کوئی بندوبست نہیں تاکہ میوے زیادہ عرصے تک ان میں محفوظ رہ سکیں- ان قبائلی علاقوں میں مہنگائی آسمان سے باتیں کرتی ہے- اس کے لئے ہر ایجنسی میں تحصیل کی سطح پر یوٹیلیٹی سٹورز یا ایسی مارکیٹیں قائم کی جائیں جہاں غریب قبائلی عوام کو روزمرہ زندگی کی اشیاء کنٹرول ریٹ پر بآسانی دستیاب ہوں یا ایجنسیوں کی طرف خوردونوش کی اشیاء لے جانے پر پابندیاں ختم کی جائیں اور پرمٹ اور راہداری سسٹم کی مشکلات سے قبائلی عوام کو آزاد کیا جائے-

ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۰ء تک زراعت کی مد میں ۴۴۵ وظائف دیئے گئے جب کہ ۹ اویٹرنری ہسپتال قائم ہوئے اور ۱۱۸۵۸۶ ایکڑ اراضی پر پودے کاشت کئے گئے[۱۵]- جنگلات کی ترقی کے لئے قبائلی علاقے کے پانچویں پنجسالہ منصوبے میں ۱۹۷۸ء-۱۹۸۲ میں ۲۲ ملین روپے مختص کئے گئے[۱۶]- اس طرح ۱۹۸۲ء-۱۹۸۳ء تک اس علاقے میں ۱۵ نرسریاں اور فارم بنائے گئے جو قبائلی علاقوں کو سالانہ ۱۸،۰۰۰ پودے فراہم کرتی ہیں- اس کے علاوہ حکومت نے کئی ایجنسیوں میں بیج دار پودوں کی پیداوار کے لئے (seed multiplication plots) بنائے ہیں تاکہ ان علاقوں میں ایسے پودے کاشت کئے جائیں جسے بہت کم پانی کی ضرورت ہو- ان کوششوں کے باوجود کوئی مربوط منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے جنگلات کو پیٹ پالنے کی خاطر تباہ کیا جا رہا ہے- جنگلات کاٹنے کے بعد نئے درخت لگانے کا رجحان بھی ختم ہو چکا ہے- درختوں کی کٹائی سے بارشوں میں کمی واقع ہو رہی ہے اور ڈھلوان علاقوں کی زرخیز مٹی سیلابوں اور تیز بارشوں کی وجہ سے بہہ جاتی ہے جس سے قابل کاشت زمین کو بہت نقصان ہو رہا ہے، قابل کاشت زمینوں کو کٹاؤ سے بچانے کے لئے حفاظتی بند تعمیر کرنے اور درخت لگا کر ان کی پرورش وحفاظت کا مناسب انتظام کیا

جانا چاہیئے اور پہاڑی علاقوں کے گھنے جنگلات کے تحفظ کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ اگر جنگلی جانوروں اور قیمتی پرندوں کی حفاظت اور افزائش کے لئے اور زراعت اور جنگلات کی ترقی پر خصوصی توجہ دی جائے تو اس سے قبائلی عوام کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔ حکومت نے سال ۱۹۹۰ء تک قبائلی علاقوں میں ۱۲،۲۷،۳۷۹ پھلدار پودے تقسیم کئے جب کہ ۱۳۵۴۰۲ ایکڑ زمین کو لیول کر دیا گیا اور فی میل کے حساب سے ۱۵۱ پودے لگائے گئے۔

قبائلی علاقوں میں صنعتی ترقی:

قبائلی علاقہ جات میں بنیادی سہولتوں مثلاً سڑک، پانی، بجلی، خام مال اور ہنرمند افراد کے فقدان کی وجہ سے صنعتی ترقی پر کوئی خصوصی توجہ نہیں دی گئی۔ حکومت نے قبائلی علاقوں میں صنعتی ترقی کو فروغ دینے کے لئے ۱۹۷۱ء میں فاٹا ڈویلپمنٹ کارپوریشن قائم کی جس کی غرض و غایت منجملہ دیگر امور کے قبائلی عوام کو ان کے دروازوں پر روزگار دلانا تھا۔ حکومت نے ۱۹۷۵ء اور ۱۹۸۳ء کے دوران فاٹا ڈویلپمنٹ کارپوریشن کی وساطت سے قبائلی علاقوں میں گیارہ صنعتی کارخانے قائم کئے جن کی تکمیل پر حکومت پاکستان کو ۱۳۲،۷۵۵ ملین روپے خرچ کرنے پڑے[۱۸]۔ ان کارخانوں میں سے ۱۹۷۵ء۔۱۹۷۶ء کے دوران ماچس فیکٹری میران شاہ شمالی وزیرستان ہیں جب کہ ۱۹۷۵ء میں سگریٹ اور ۱۹۷۶ء میں گھی کا ایک ایک کارخانہ خیبر ایجنسی میں باڑہ کے مقام پر قائم کئے گئے۔ اگلے سال یعنی ۱۹۷۷ء میں کرم ایجنسی میں چارسدہ کے مقام پر پھلوں اور سبزیوں کا پروسیسنگ پلانٹ جبکہ غلنئے مہمند ایجنسی میں گلاس فیکٹری کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح اس سے اگلے سال یعنی ۱۹۷۸ء میں شمالی وزیرستان میں میران شاہ کے مقام پر قالین بافی جبکہ ۱۹۸۱ء میں میرالمی میں کپڑا بننے کے کارخانے قائم کئے گئے۔ سال ۱۹۷۸ء میں جنوبی وزیرستان میں سپینکئی اگزئی کے مقام پر چمڑا رنگنے کے کارخانے کے علاوہ جوتوں اور چمڑے کے سامان تیار کرنے کا کارخانہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں پینڈی للمہ خیبر ایجنسی میں ماربل پروسیسنگ پلانٹ جبکہ ۱۹۸۳ء میں باجوڑ ایجنسی میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ قائم ہوا۔

ان کارخانوں میں باڑہ گھی فیکٹری کو گھی کارپوریشن آف پاکستان نے اپنی تحویل میں لیا جو کہ اب بھی چل رہا ہے جب کہ باقی ماندہ کارخانے ناموافق حالات اور خسارے میں جانے کی وجہ سے ایک ایک کر کے بند کر دیئے گئے۔ ان کارخانوں کی اس بندش سے تقریباً اڑھائی ہزار قبائلی بے روزگار ہو گئے۔ ان کارخانوں کی بندش کی سب سے بڑی وجہ ضروری ماہرین کا فقدان بتایا گیا ہے۔ قبائلی علاقوں میں اسلحہ کے صنعتی یونٹ بہت پہلے سے قائم ہیں لیکن حکومت نے آج تک ان کی ترقی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اگر اسلحہ سازی کی اس صنعت کی جدید خطوط پر حوصلہ

افزائی کی جائے تو اس سے ہمارا ملک اسلحہ کی صنعت میں خودکفیل بھی ہوسکتا ہے اور اسلحہ سازی کی صنعت اور اس کی مارکیٹنگ کو قانونی تحفظ دے کر ایک طرف سمگلنگ میں کمی واقع ہوگی تو دوسری طرف حکومت مناسب ٹیکس لگا کر قومی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ کرسکتی ہے۔

۱۹۹۰ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق اس وقت قبائلی علاقہ جات میں ۲۶ ہسپتال، ۶ رورل ہیلتھ سنٹر (R.H.C.)، ۱۲۸ بنیادی صحت یونٹ (B.H.U)، ۸ زچہ و بچہ سنٹرز، ایک ٹی بی کلینک، ۵ لیپر وسی کلینک اور ۱۵۷ ڈسپنسریاں ہیں[19]۔ اس کے علاوہ تحصیل کی سطح پر ہیڈکوارٹر ہسپتال تعمیر کرنے کا بھی پروگرام ہے لیکن ان کوششوں کے باوجود قبائلی علاقوں میں ہسپتال کے ایک بستر پر ۲۱ ہزار سے زیادہ آبادی کا دباؤ ہے۔ قبائلی علاقوں میں ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ملک کے مختلف میڈیکل کالجوں میں سو سے زیادہ سیٹیں قبائلی طلبہ کے لئے مختص کی گئی ہیں۔ اس طرح ۱۹۸۰ء میں ایوب میڈیکل کالج تعمیر کیا گیا جس میں ۵۰ فیصد سیٹیں صرف قبائلی طلبہ کے لئے مختص کی گئی ہیں۔ اس طرح (B.D.S.) کی چار اور پوسٹ گریجویٹ میں ۱۳ سیٹیں قبائلی طلبہ کے لئے مختص کی گئی ہیں۔

قبائلی علاقوں میں تعلیمی ترقی:

کسی قوم اور ملک کی ترقی کا دارومدار تعلیم پر ہے۔ انگریز کے دور حکومت میں اس خطے کو تعلیمی شعبہ میں مکمل طور پر نظرانداز کردیا گیا تھا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہ علاقہ اگرچہ تعلیمی میدان میں محو سفر ہوا لیکن تعلیمی شعبے میں ابھی تک کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوسکی۔ قبائلی علاقہ جات میں تعلیمی پسماندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے شہری علاقوں کی شرح خواندگی ۴۷٫۲ فیصد ہے جب کہ دیہی علاقوں میں یہ شرح خواندگی ۱۶٫۳ فیصد ہے جب کہ قبائلی علاقوں میں یہ شرح صرف ۵ فیصد ہے۔ ان میں زیادہ تر وہ خوش نصیب لوگ شامل ہیں جن کا شہری علاقوں سے کسی نہ کسی طرح رابطہ اور واسطہ پڑتا ہے۔ تعلیمی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ چار سال تک پرائمری تعلیم حاصل کرنے کے بعد معاشرے کے ایک فرد کی پیداوار غیر تعلیم یافتہ فرد کی پیداوار سے ۸۰ فیصد زیادہ ہوتی ہے[20]۔ پاکستان کے پانچویں پنجسالہ منصوبے میں بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ۱۹۹۰ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق قبائلی علاقوں میں کل ۱۵۷۴ پرائمری سکول، ۲۴۶ مڈل سکول، ۱۳۱ ہائی سکول، ۹ کالج، ۶ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ، ۵ کمرشل ادارے، ۱۹۳ مکتب سکول، ۴۱ محلہ سکول قبائلی طلبہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کررہے ہیں[21]۔

اس طرح جو قبائلی طلبہ ملک عزیز کے مختلف تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے ہیں انہیں ۱۹۹۰ء تک دس ہزار کے قریب وظائف دیئے گئے ہیں۔ قبائلی علاقے میں کوئی ٹیکنیکل ادارہ فی الحال موجود نہیں۔ اس لئے قبائلی طلبہ کے لئے میڈیکل کالجز، انجینئرنگ کالجز اور اعلیٰ پیشہ ورانہ اداروں میں سیٹیں مختص کی گئی ہیں۔ میڈیکل کالجز میں ۷۷، انجینئرنگ

کالجز میں ۶۹، پوسٹ گریجویٹ کلاسز میں ۵۳ اور کیڈٹ کالجز میں ۱۰ سیٹیں قبائلی طلبہ کے لئے مخصوص ہیں جب کہ رزمک کیڈٹ کالج صرف قبائلی طلبہ کے لئے مخصوص ہے۔ قبائلی علاقہ جات میں سکول اور کالج کی سطح پر تعلیم پر توجہ دینے اور وہاں روزگار کے مواقع فراہم کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ Important Socio Economic ndicators of FATA (1990) p.w.d. Department, Peshawar,1.

۲۔ اکبر۔ ایس۔ احمد، Colonial Encounter on the N.W.F.P، بحوالہ ہفت روزہ Economic and Political، دسمبر ۲۲۔۲۹، ۱۹۷۹ء۔

۳۔ ایضاً، ۲۰۹۵۔

۴۔ اکبر۔ ایس۔ احمد، Pakistani Society، بحوالہ روز نامہ جنگ، ۸ جنوری ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ایضاً، ۸ فروری۔

۶۔ بحوالہ فاٹا کی ترقی سے متعلق سٹیٹ فرنٹیئر ریجنز کے اسلام آباد ڈویژن کی تیار کردہ وہ غیر مطبوعہ رپورٹ جو کہ ۵۲ ارکان پر مشتمل ایک وفد نے صدر پاکستان غلام اسحاق خان کو پیش کی۔

۷۔ ایضاً، ۳۔

۸۔ ڈاکٹر لعل بہا، N.W.F.P Adminstration Under British Rule, 1901- 1919، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ۱۰۹۔

۹۔ فاٹا کی ترقی سے متعلق غیر مطبوعہ رپورٹ، بحوالہ سابقہ، ۲۔

۱۰۔ Mian Tayyab Hasan, Planning and Adminstration of tribal Development programmes, CIR DAP study series, 1988 no- 52,44

۱۱۔ Government of Pakistan, social indicators of Pakistan, 1985, Federal Bureau of statistics, statistics Division, Islamabad, 1985,1

۱۲۔ Pakistan: An official Hand Book (1978-81) Islamabad, 1986, 28-

۱۳۔ فاٹا کی ترقی سے متعلق غیر مطبوعہ رپورٹ، بحوالہ سابقہ، ۲۔

۱۴۔ FATA-DC.(SAFRAN) on physical progress of water sector as stood on 30-6-1989-

۱۵۔ فاٹا کی ترقی سے متعلق غیر مطبوعہ رپورٹ، بحوالہ سابقہ،۲

۱۶۔ دیکھئے، پانچویں پانچ سالہ منصوبے میں فاٹا کی زرعی ترقی سے متعلق باب۔

۱۷۔ فاٹا کی ترقی سے متعلق غیر مطبوعہ رپورٹ، بحوالہ سابقہ،۲۔

۱۸۔ FATA- DC. Annual report 1984-85, Peshawar, 3

۱۹۔ حکومت صوبہ سرحد کی طرف سے فاٹا کی ترقی کا خاص پروگرام برائے سال ۱۹۸۹ء۔۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ International social science Journal, vol. xiv, No. 4, 1962, 48

۲۱۔ فاٹا کی ترقی سے متعلق غیر مطبوعہ رپورٹ، [illegible] لہ سابقہ،۲۔